حکیم عبدالرحمٰن خلیق خطیب جامع رحمانیہ بدوملی

رکوع کی رکعت اور اہلحدیث

مسئلہ کی صورت

امام کے ساتھ رکوع کے اندر ملنے سے رکعت مکمل ہو جاتی ہے یا نہیں ؟ اس باب میں دو مذہب ہیں ۔ علماء کے ایک بڑے گروہ کے نزدیک بخاری شریف میں وارد شدہ حدیث پاک کے مطابق جہاں ارشاد ہے :

لا صلوہ لمن لم یقرء بفاتحہ الکتب

کہ جس نے اپنی نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز کوئی نماز نہیں ہے ۔

رکوع میں ملنے والے نماز کی رکعت نہیں ہوتی کیونکہ اس طرح اس کی رکعت کے دو رکن قیام اور سورہ فاتحہ فوت ہو چکے ہیں ۔

اسے نہ قیام ملا جو رکعت کا ایک الگ رکن ہے نہ اسے سورہ فاتحہ نصیب ہو سکی جو ایک الگ رکن ہے جب رکعت سے دو رکن ہی چھوٹ گئے تو رکعت کیونکر ہو گی سوائے اس کے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی رکعت اٹھ کر پوری کرے جبکہ علماء اہل حدیث کا ہی ایک گروہ مدرک رکوع (یعنی رکوع پا لینے والے) کو مدرک رکعت مانتے ہیں (کہ اس کی رکعت پوری ہو چکی ہے)

وہ رکوع میں ملنے والے کے لئے امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی رکعت کو دہرانا صحیح نہیں سمجھتے کیونکہ ان کے نزدیک مدرک رکوع کی رکعت مکمل ہو چکی ہے اور جب رکعت مکمل ہو چکی تو اس کو دہرانے کی کیوں ضرورت ہو گی ۔

تاہم اس آخر الذکر گروہ کے پاس اپنے اس موقف کے حق میں کوئی صحیح مرفوع حدیث موجود نہیں ہے یہ لوگ اس مرحلہ کو تاویل کی مدد سے طے کرتے ہیں ۔

ان حضرات کا خیال ہے کہ بخاری شریف کی روایت صرف اس نمازی کے لئے خاص ہے جو امام کے ساتھ قیام میں آ کر ملا ہو لیکن جس نے قیام کے بعد رکوع میں امام کے ساتھ رفاقت کی بخاری شریف کی حدیث اسے موثر نہیں ہے قیام جب گذر چکا

تو قیام کے فرائض بھی اس سے ساقط ہو چکے ہیں وہ اگر امام کے ساتھ قیام میں مل کر سورہ فاتحہ نہ پڑھ سکتا اور امام اس کی قراۃ سے پہلے رکوع میں جھک جاتا تو اس کی رکعت یقیناً قیام میں قراۃ کے بغیر نامکمل رہتی اور اسے امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی رکعت کا دہرانا لازم تھا اب جب اسے قیام ہی نہیں ملا تو یہ دونوں رکن یعنی قیام اور قراۃ اس کے ساقط ہو چکے اب ان کے بغیر ہی اس کی رکعت صحیح ہے۔

بلاشبہ آپ اس تاویل کو ان علماء کی فکری ندرت اور خوبصورت خیال آفرینی کہہ سکتے ہیں لیکن حق یہ ہے اس ندرت اور اس تاویل کی تائید حدیث صحیح کے ذخیرہ سے میسر نہیں آ سکی ہے۔

احناف کی بات

مدرک رکوع کے مدرک رکعت ہونے کا عقیدہ دراصل احناف سے ہی خاص رہنا چاہئے تھا اس عقیدے کے حق میں پیش کردہ تاویل بھی جسے ہم علماء اہل حدیث سے نقل کرتے ہیں دراصل انہی کی اختراع ہے جسے ہمارے بعض بزرگوں نے ان سے مستعار لیا ہے۔

احناف کا یہ عقیدہ کسی عقیدہ کی بجائے ان کی ضرورت ہے اور وہ اس عقیدہ کو اختیار کر کے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کی دلیل پیدا کر لیتے ہیں۔

احناف کا عقیدہ یہ ہے کہ نماز یا جماعت خواہ سری ہو یا جہری مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا کیونکہ اس کے لئے امام کی پڑھی ہوئی سورہ فاتحہ ہی کفایت کرتی ہے۔

جبکہ اہل حدیث کے نزدیک بحسب احادیث صحیحہ و صریحہ کوئی شخص خود اکیلا نماز ادا کر رہا ہو یا وہ امام کے پیچھے ہو اسے ہر حالت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا لازم ہے اور اگر وہ کسی رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا پڑھ نہیں سکے گا تو اس کی رکعت نہیں ہو گی۔

احناف کو اس مرحلہ پر احادیث صحیحہ و صریحہ کے خلاف اپنے اختراعی عقیدہ کی

حفاظت میں بہت مشکل پیش آتی تھی اور ان کے لئے فرار کی ساری راہیں بند ہو جاتی تھیں اور اس بات کو مان ہی لینا چاہئے کہ جب اہل حدیث علماء نے بھی احناف کے اس موقف کو اپنا لیا اور ان کی تاویل کو اپنی تاویل کے بطور اختیار کر لیا تو اس سے اگرچہ ان کا اپنا معاملہ بہت الجھ گیا ہے لیکن احناف کو بے مقدار امداد حاصل ہوئی ہے

علامہ شوکانی

احناف ہوں یا وہ اہل حدیث بزرگ جو مدرک رکوع کے مدرک رکعت ہونے کے قائل ہوتے ہیں سب کی اس سوچ کا منبع حضرت علامہ شوکانی کی ہی وہ جمع و ترتیب ہے جو اس باب میں ان سے وارد ہوئی ہے ۔

احناف تو خیر اپنے عقیدہ تقلید کی وجہ سے علامہ شوکانی کو اختیار کرتے بھی اپنی راہ پر ہی رہتے ہیں مگر اہل حدیث بزرگوں سے تعجب ہے کہ وہ بھی اپنی اس رائے کو یہ فرما کر ہی قوت بخشتے ہیں کہ علامہ شوکانی سے یہی وارد ہوا ہے جبکہ حضرت شوکانی نے اس عنوان سے اپنی پوری کتب میں استعمال کی گئی روایات کی اسنادی حیثیت کو کسی درجہ بھی ملحوظ نہیں رکھا جبکہ اہل حدیث کا دستور یہ ہے اور ان کا یہ شرف بھی ہے کہ وہ کسی روایت کو اپنے عقیدہ کی بنیاد بنانے سے پہلے اسے جرح و تعدیل کی چھلنی سے گزار لیتے ہیں اور پھر اگلا قدم اٹھاتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت کے باب میں بعض بزرگوں نے اپنے اس معمول کو قائم نہیں رکھا ہے اور بات حضرت شوکانی تک پہنچا کر ختم کر دی ہے ۔

ایک واضح حقیقت

بلاشبہ یہ ایک حقیقت ہی ہے کہ علامہ شوکانی اور ان کے ہمنوا اہل حدیث علماء کے فتاوی کے باوجود جماعت کے اندر مسئلہ کے اس رخ نے کبھی پذیرائی نہیں کی اور اہل حدیث عوام و خواص سب ہی ان فتاوی سے بالکل الگ بخاری شریف کی روایت

لغو: ننگے سر نماز

ہوئی ۔ آپ نے حکم قرآن کے باوجود کیوں ننگے سر نماز پڑھی اور پڑھائی ؟

اور جس نو آموز نے کسی صحابیؓ کو ننگے سر نماز پڑھتے دیکھ کر تعجب کیا تو صحابیؓ نے اسے کیسا دندان شکن جواب دیا ۔

سے ایک قدم بھی ادھر ادھر نہیں ہٹے کہ سورہ فاتحہ کو شامل کئے بغیر رکعت نہیں ہوتی اور ہرگز نہیں ہوتی۔

اہل علم کی یہ بحث ہمیشہ کتابوں کی ہی زینت رہی ہے اس نے کبھی مساجد میں اور نمازوں میں رسوخ حاصل نہیں کیا۔

رکوع میں ملنے والے کی رکعت کا مکمل ہو جانا ہمیشہ احناف کا مسئلہ ہی سمجھا گیا ہے اور مسئلہ کا یہ رخ اہل حدیث کے لئے ہمیشہ اجنبی رہا ہے کچھ عرصہ قبل راقم آثم نے فاتحہ خلف الامام کی فرضیت کے باب میں ایک کتابچہ تحریر کیا تھا اور مسئلہ کا یہ پہلو بالکل غیر ضروری اور تقریبا غیر موجود سمجھ کر اس کتابچہ میں اس کا ذکر تک نہیں کیا تھا۔

ہم نے اس باب میں حضرت شوکانی کی پوری بحث مطالعہ کی ہے ان کی تائید میں لکھنے والے اہل حدیث بزرگوں کی بھی ایک ایک تحریر بغور پڑھی ہے مگر ان کے بے جان دلائل کی وجہ سے ہم نے اپنے موقف میں کوئی ضعف نہیں پایا۔

اور ہم ہمیشہ اس موقف پر قائم رہے ہیں کہ سورہ فاتحہ رکعت کا ایک ایسا جزو ہے جو کسی تاویل سے اور کسی حال میں بھی رکعت سے الگ نہیں رکھا جا سکتا ہم آج بھی اس بحث کو کار بے خیر ہی سمجھتے اگر ہمیں مسئلہ کے پہلو پر قلم اٹھانے کی مجبوری پیدا نہ ہو جاتی۔

کتابچہ کی اشاعت کے بعد بھی اگرچہ بعض احباب نے توجہ دلائی کہ سورہ فاتحہ کی فرضیت کو بعض اہل حدیث علماء کے اس عقیدہ کی وجہ سے نقصان پہنچا ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے مگر ہم نے اس سے کوئی اثر نہ لیا کیونکہ ہم سمجھتے تھے کہ ہمارے بعض بزرگوں کی اس سوچ کے باوجود سورہ فاتحہ کی فرضیت بدستور ہی ایک چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم ہے اور ان فتاوی سے اس کے رسوخ میں کوئی کمی پیدا نہیں ہو سکی اور جماعت نے اس سے کوئی اثر نہیں لیا مگر جام پور سے مولانا محمد یسین صاحب راہی کے ایک مکتوب سے بہت تشویش پیدا ہوئی جب انہوں نے لکھا کہ:

اس علاقہ میں یہ مسئلہ اہل حدیث کی صفوں میں انتشار کا موجب بن رہا ہے کیونکہ

اوپر کے کچھ لوگوں نے یہاں اس مسئلہ کو بطور مہم چلا رکھا ہے اور بات کتابوں سے نکل کر نمازیوں کی صفوں تک پہنچ گئی ہے جس کی وجہ سے اچھا بھلا یقین تذبذب کا شکار ہو رہا ہے اس لئے مسئلہ کی اس پہلو سے وضاحت بہت ضروری ہے ۔

رکوع کی رکعت اور حدیث

جو لوگ اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ جس شخص نے امام کے ساتھ رکوع پا لیا اس نے رکعت پا لی وہ اپنے اس موقف کے حق میں بخاری شریف کی مندرجہ ذیل حدیث پیش کرتے ہیں :

عن ابی بکرہ انہ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف ثم مشی الی الصف فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادک اللہ حرصا ولا تعد ۔ رواہ البخاری

(مشکوہ شریف مترجم غزنوی جلد اول باب الموقف شائع کردہ مولیو عبدالغفور غزنوی مطبع القرآن و السنہ امرتسر صفحہ ۳۲۵ ۔ ۳۲۶)

ترجمہ ۔ روایت ہے ابی بکرہؓ سے یہ کہ وہ پہنچے طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حالت میں کہ وہ (یعنی رسول اکرمؐ) رکوع میں تھے پس رکوع کیا (ابی بکرہؓ نے) پہلے اس سے کہ پہنچیں طرف صف کی ۔

پس ذکر کیا گیا یہ (واقعہ) واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پس کہا (آپ نے) زیادہ کرے اللہ تجھ کو (اطاعت کی) حرص پھر نہ کرنا اس طرح ۔

مزید وضاحت

حدیث پاک کے کلمہ آخر ولاتعد کی وضاحت کرتے ہوئے حاشیہ کے اندر کہا گیا کہ اس باب میں صحیح تر قول یہ ہے کہ اس طرح پھر نہ کرنا کہ تو دوڑ کر آئے پھر تو رکوع کرے صف کے پیچھے (یعنی صف میں شامل ہونے سے پہلے)اور پھر تو چل کر صف میں داخل ہو (حاشیہ نمبر ۲ صفحہ ۳۲۶ مشکوہ)

تن آنچہ شرط بلاغ ست باتو میگوئم
تو خواہ از سخنم بندگر خواہ ملال

اجتہاد کی غلطی

بخاری شریف کی اس حدیث کا آخری کلمہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نقل ہوا ہے جیسا کہ ہم نے بھی مشکوٰہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے لا تعد ہے کہ اب (تو جو کچھ کر چکا وہ تو کر چکا لیکن) پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔

یعنی صف میں ملنے سے پہلے صف سے دور ہی رکوع کی حالت اختیار کر کے بحالت رکوع دوڑ کر صف میں شامل ہونے کی پھر کبھی کوشش نہ کرنا۔

حضرت ابو بکرہؓ کا یہ فعل یقیناً صحیح نہیں تھا جو وہ دور سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع میں دیکھ کر وہیں رکوع میں جھک گئے اور پھر بحالت رکوع میں چلتے رہے اس طرح اگرچہ وہ صف کا حصہ نہیں تھے مگر رکوع کے ساتھ انہوں نے اپنے آپ کو صف کا حصہ بنا لیا اور خود کو جماعت میں شامل سمجھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے ان پر ان کی غلطی واضح کرتے ہوئے مسئلہ سمجھا دیا اور آئندہ کے لئے بھی ان کو راہ بتا دی۔

حضرت ابو بکرہؓ کی اس غلط کاروائی کی وجہ دراصل ان کے اجتہاد کی غلطی تھی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا تھا کہ تم جب نماز کیلئے آؤ تو مجھے نماز کی جس حالت میں پاؤ وہیں جماعت کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔

یعنی ایسا نہ ہو کہ جب تم صف میں پہنچو اور میں سجدہ میں پڑا ہوں اور تم میرے ساتھ سجدہ میں شامل ہونے کے لئے جلد جلد پہلے مراحل طے کرنے لگ جاؤ اور قیام رکوع اور قومہ انجام دے کر مرے ساتھ سجدہ میں جا ملو بلکہ مجھے سجدہ میں پاؤ تو آتے ہی اللہ اکبر کہہ کر تم بھی سجدہ میں گر جاؤ اور تمہاری یہ رکعت جو مکمل نہیں ہو سکی میرے سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر پوری کر لو مطلب صاف تھا کہ تم جب صف میں پہنچو تو سب کچھ چھوڑ کر مرے ساتھ شامل ہو جاؤ مگر حضرت ابو بکرہؓ کا اجتہاد غلط ہو گیا آپ کو حضور علیہ السلام کا ارشاد تو یاد تھا مگر ارشاد کے مقصد کو سامنے نہ رکھ سکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع میں پا کر جوش اطاعت میں وہیں رکوع میں جھک گئے۔

اجتہاد کی یہ غلطی حضرت ابو بکرہؓ سے خاص نہیں ہے بلکہ حضرت ابو بکرہؓ جیسا غلط اجتہاد حضرت عبد اللہ بن مسعود اور بعض دوسرے احباب سے بھی ذکر ہوا ہے۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق حضرت عمار بن یاسرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے کسی کام میں مدینہ سے باہر بھیجا اتفاق سے انہیں دوران سفر جنابت لاحق ہو گئی۔ پانی موجود نہیں تھا کہ وہ غسل کر لیتے اب تیمم ہی کیا جا سکتا تھا تیمم کا مسئلہ انہیں معلوم تھا مگر ان سے غلطی ہوئی کہ انہوں نے وضو کا تیمم الگ اور غسل کا تیمم الگ خیال کر لیا۔

وہ خود بیان کرتے ہیں کہ پھر میں کپڑے اتار کر چار پایوں کی طرح زمین پر لیٹنے لگا ظاہر ہے کہ حضرت عمارؓ کا یہ اجتہاد صحیح نہیں تھا پھر جب آپ نے واپس آ کر یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا تو آپ نے حضرت عمار کی غلطی کی اصلاح کر دی کہ تجھے غسل کے لئے بھی وہی تیمم کافی تھا جو وضو کے لئے کیا جاتا ہے اور پھر آپ نے ازسرنو انہیں تیمم کا طریقہ بھی سکھلایا اب اگر کوئی شخص حضرت عمارؓ کے اس غلط فعل کو غسل کے تیمم کی دلیل بنائے اور کہے کہ غسل کا تیمم چارپایوں کی طرح زمین پر لیٹنے سے ہی مکمل ہو گا اور دلیل میں حضرت عمارؓ کا مٹی میں لوٹنا پیش کرے تو کوئی بتائے کہ کیا ایسے شخص کا کہنا صحیح ہے ؟

اگر عمار کی غلطی اس فعل کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی تو حضرت ابو بکرہؓ کی غلطی کو رکوع میں مل کر رکعت ہونے کی دلیل بنانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں فرمایا کہ وضو کی وجہ سے میری امت کے اعضائے وضو قیامت کے روز چمکتے ہوں گے پس جو کوئی اس نورانیت کو بڑھانا چاہے تو وہ اپنے نور کو اچھے وضو کے ساتھ بڑھا لے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ ارشاد سنا تو وضو میں وہ ہاتھ دھوتے وقت کہنیوں کے اوپر کندھوں تک اور پاؤں ٹخنوں کے اوپر گھٹنوں تک دھونے لگے۔

منصوبہ بندی کی آڑ میں کس طرح بے حیائی پھیلائی جا رہی ہے۔ مردوں کو ہیجڑا اور بزدل بنایا جا رہا ہے تاکہ سب مل کر حکومت سے مطالبہ کریں کہ خاندانی منصوبہ بندی کی دوائیوں وغیرہ کو نذر آتش کیا جائے یا تحفہ میں پاکستانیوں کی طرف سے مسٹر ریگن کو بھیج دی جائیں۔ بقیہ مضمون منصوبہ بندی

اور ظاہر ہے حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ سوچ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء سے ہموار نہیں تھی اور یہ بھی ظاہر ہے اس سوچ کو آج ہاتھوں کو کندھوں تک دھونے اور پاؤں کو گھٹنوں تک دھونے کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

ایسے ہی ایک روایت حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے بارے میں بھی وارد ہوئی ہے اور تعجب ہے کہ لوگوں نے حضرت ابو بکرہؓ کے اجتہاد کی غلطی کو اپنے غلط موقف کے جواز کی دلیل بنا لیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرہؓ کی غلطی انہی لمحوں حضرت ابو بکرہؓ پر واضح کر دی تھی اور بات وہیں ختم ہو گئی تھی۔

تُعِدْ نہیں بلکہ تَعُدْ

ایک اختراع

بخاری شریف کی روایت میں وراد شدہ کلمہ آخر جیسا کہ ہم عرض کر آئے ہیں تعد ہے کہ دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

لفظ تَعُدْ عود سے ہے اور لا تَعُدْ کے معنی بالکل یہی ہیں کہ آئندہ ایسا نہ کرنا یعنی رکوع کی حالت میں چل کر صف میں پہنچنا اور رکوع میں شامل ہونا نماز کے آداب کے منافی ہے آئندہ اس فعل کی طرف عود نہ کرنا مگر مدرک رکوع کو مدرک رکعت قرار دینے والے جب اس کلمہ کو کسی بھی تاویل اور تعبیر سے اپنی رائے کے ساتھ ہموار نہ بنا سکے تو کچھ اہل علم آڑے آئے اور انہوں نے ایک حیرتناک صنعت کاری سے لا تعد کے حصار کو توڑ کر نکل جانے کی راہ پیدا کر لی انہوں نے یہ کلمہ ہی بدڈالا کہ۔

نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری

ان کا ارشاد ہے کہ یہ کلمہ لا تَعُدْ نہیں بلکہ لا تُعِدْ ہے کہ اب اپنی نماز نہ دہرانے لگ جانا (کیونکہ تمہاری نماز پوری ہو چکی ہے)

سبحان اللہ۔

این کار از تو آئد و مرداں چنین کنند

اور پھر کلمہ جو حدیث کی قدیم اشاعتوں میں اپنی اصلی حالت میں لا تَعُدْ ہی شائع

ہوتا رہا ہے اس صنعت کے بعد اب خود بخاری شریف میں بھی لا تعد ہی شائع ہونے لگ گیا ہے۔

یہ صنعت احناف کے لئے تو نئی بات نہیں کہ ان کی تاریخ ایسی صنعتوں سے بھری پڑی ہے ایک امین بالجبر کو ہی لے لیجئے۔ جب احناف اہل علم آمین بالجہر کے اثبات میں وارد ہونے والی صاف و صریح اور صحیح مرفوع احادیث کا توڑ نہ کر سکے تو صدیوں تک مشکلات کے ہجوم میں گھرے رہنے کے بعد چوتھی صدی ہجری کے ایک حنفی بزرگ حضرت امام طحاوی نے احادیث کے اس گھیراؤ کو توڑ کر نکل جانے کی یہ راہ پیدا کر لی کہ بے شک امین بالجبر کی احادیث صحیح اور ثابت ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو بعد میں منسوخ کر دیا تھا۔

(معانی طحاوی جلد اول)

یہ اختراع اگرچہ کسی بھی عقلی یا نقلی دلیل پر مبنی نہیں تھی مگر حقائق سے فرار کی ایک خوبصورت راہ تھی اس لئے بعد کے احناف نے پھر اس پادر ہوا اپچ کو اپنا سرکاری مذہب بنا لیا۔

اور حد یہ ہے کہ نویں صدی ہجری کے دو عظیم حنفی علماء علامہ بدر دین عینی مصنف عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری اور علامہ ابن الھام مصنف فتح القدیر شرح ہدایہ نے بھی اس اپچ کو غنیمت جان کر اختیار کر لیا لیکن اہل حدیث کے لئے یہ ایک نیا تجربہ ہی ہے اور بالکل احناف اہل علم کی طرح بعد کے اہل حدیث اہل علم بزرگوں نے بھی اس تجربہ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

قدرت کا تصرف

اس وقت ہمارے ہاتھ میں بخاری شریف کا جو نسخہ ہے وہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی کا شائع کردہ ہے اس میں حدیث پاک کا یہ کلمہ لا تعد کے بجائے لا تعد ہی طبع ہوا ہے کہ اب اپنی نماز نہ دہرانے لگ جانا۔

لیکن قدرت کے اس تصرف کو دیکھ کر ہمارے قارئین حیرت میں ڈوب جائیں گے کہ یہ کلمہ لا تَعُدْ سے تبدیل ہو کر لا تُعِدْ تو بن گیا مگر اہل صفت اس کے ترجمہ کی طرف توجہ نہیں کر سکے اور اس کا ترجمہ وہی پرانا ہی طبع ہو گیا ہے کہ پھر ایسا نہ کرنا۔

یہ بالکل وہی صورت حال ہے جو متعدد بار ہمارے ہسپتالوں میں پیش آ چکی ہے کہ ڈاکٹروں نے معدہ یا انتڑیوں کا اپریشن تو پوری کامیابی سے انجام دے لیا مگر قینچیاں نشتریں اور تولیے پیٹ کے اندر ہی بھول گئے۔

ہم قائلین مدرک رکوع مدرک رکعت کی طرف سے پیش کی جانے والی بخاری شریف کی یہ روایت مشکوۃ شریف کے حوالہ سے نقل کر آئے ہیں یہ مشکوۃ شریف معہ ترجمہ و حواشی غزنوی خاندان کے چشم و چراغ حضرت مولانا عبد الغفور غزنوی مرحوم کی شائع کردہ ہے اور غزنوی خاندان کے علماء کے حوالے سے کیا گیا ہے کہ وہ مدرک رکوع کے مدرک رکعت ہونے کے قائل ہیں جبکہ غزنوی خاندان کی ترجمہ کردہ اور طبع کردہ اس مشکوۃ شریف میں اس کلمہ لا تعد کے ذیل میں جناب محشی تحریر کرتے ہیں۔

لا تعد (پھر ایسا نہ کرنا) پر کئی قول وارد ہوئے ہیں اور صحیح تر بات یہ ہے کہ یہ کلمہ ت کی زبر اور ع کی پیش سے ہی ہے اور عود سے مشتق ہے کہ پھر ایسا نہ کرنا مزید لکھتے ہیں:

کہا حافظ نے فتح میں کہ پھر ایسا نہ کرنا کہ تو دوڑ کر آئے پھر تو (صف تک پہنچنے سے قبل ہی) صف کے پیچھے رکوع کرے اور پھر تو چل کر صف میں داخل ہو۔

اور ایسے لفظ بھی اس حدیث کے بعض طریقوں میں وارد ہوئے ہیں جو اس معنی کو چاہتے ہیں جو صف کے پیچھے (یعنی صف میں پہنچنے سے پہلے) تکبیر تحریمہ کے حرام ہونے کی طرف گئے ہیں۔

جیسے احمد اور اسحق اور بعض محدثین شافعیہ ابن خزیمہ وغیرہ

(مشکوۃ غزنویہ جلد اول صفحہ ۳۴۶ حاشیہ نمبر ۲)

اس باب میں البتہ مولانا عبد الجبار غزنوی کا طویل فتوی مدرک رکوع مدرک رکعت کے حق میں ہے لیکن قارئین حیران ہوں گے کہ مولانا عبد الجبار غزنوی نے بھی کلمہ لا تعد کی قلب ماہیت نہیں کی اور انہوں نے اس کلمہ کو اپنے طویل فتوی میں جہاں بھی داخل کیا ہے اس کو لا تعد ہی لکھا ہے اور اس کے معنی بھی یہی لکھے ہیں کہ پھر ایسا نہ کرنا۔

(مجموعہ فتاوی مولوی عبد الجبار غزنوی مطبوعہ نوالاسلام پریس امرتسر صفحہ ۴۴)

قائلین مدرک رکوع مدرک رکعت نے مولانا محی الدین نو مسلم کی گواہی بھی اپنے حق میں پیش کی ہے مگر یہ مولانا محی الدین بھی حدیث ابو بکرۃؓ کو اپنے ہاں جہاں جہاں نقل کرتے ہیں اس کلمہ لا تعد کو لا تعد ہی لکھتے ہیں اور اس کے معنی بھی وہی تحریر کرتے ہیں جو امت سے متداول ہیں کہ "پھر ایسا نہ کرنا" (بلاغ المبین شائع کردہ خود مصنف مولانا محی الدین صفحہ ۲۴۴ اور شائع کردہ شیخ عبدالرحمن پسر مصنف صفحہ ۲۳۳۔ ۲۳۴)

حضرت علامہ ابن حجر

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

ضبطناہ فی جمیع الروایات بفتح اول و ضم عین من العود (فتح الباری شرح صحیح بخاری)

کہ ہم پوری تحقیق اور تلاش و تجسس کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ تمام روایات کے موجب یہ کلمہ ت کی زبر اور عین کی پیش کے ساتھ ہی صحیح ہے اور یہ عود سے ہے (یعنی اس کلمہ کا حقیقی مطلب یہی ہے کہ پھر ایسا نہ کرنا)

اب اس تعد کو تعد بنانا احناف کی تو ضرورت تھی اور اگرچہ یہ ڈوبتے کو تنکے کے سہارے کے مترادف ہی ہے مگر ڈوبتا ہوا لاشعوری سے ہی ہر سہارہ اختیار کرتا ہے۔ لیکن پھر جب کچھ اہل حدیث بزرگ بھی احناف کی کشتی میں سوار ہو گئے تو انہوں نے احناف کے اس تنکے کو چٹان بنا دیا جبکہ اہل حدیث کو یہ بات زیبا نہیں تھی کہ وہ حدیث پاک کی اس صد فی صد لفظی تحریف میں احناف کا ساتھ دیتے اور رسول پاک کے منہ سے نکلے ہوئے کلمہ لا تعد کو اچانک لا تعد لکھنے لگ جاتے۔

بقیہ مضمون ضیاء الحقیقہ کی یاد میں

اسلامی شریعت کا کھلے عام مذاق اڑا رہے ہیں آخر میں اللہ سے دعا کی ہے کہ وہ ضیاء شہید اور دوسرے شہداء کے درجات بلند فرمائے انہیں جنت میں اعلی اور ارفع مقام عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیں اپنے دین ' اپنے مسلک اور اپنے ملک سے سچی محبت رکھنے اور ان کا تحفظ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس شہید کی طرح ہمیں بھی تن ' من ' دھن قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تَعَذُّ اور تَعِذُّ کا ایک لطیفہ

یہاں تو اہل علم اپنی اپنی ضروریات سے لڑ رہے تھے کہ یہ لفظ لا تَعَذُّ ہے یا لا تُعِذُّ کہ ادراہ نشر السنہ ملتان کے زیر اہتمام عون المعبود شرح ابی داوٗد تازہ ایڈیشن سنہ ۱۳۹۹ہجری طبع ہوکر بازار میں آگیا۔

اس ایڈیشن میں ادارہ نے اس بحث کو اس خوبی سے چکا دیا ہے کہ قاری اگر ذوق سلیم سے بہرہ ور ہو تو بے اختیار جھوم جائے۔

یہ تعذ خود بھی تو ایک صنعت ہی تھی لیکن ادارہ نشر السنہ نے ایک نئی صفت مزید ایجاد کی اور اس لفظ پر دونوں فریقوں کے مطلوبہ اعراب بیک وقت ڈال دئے اور اس لفظ کو لا تَعَذُّ یا لا تُعِذُّ لکھنے کے بجائے اس کی املا لا تَعِذُّ کر دی کہ۔

پسلی پھڑک اٹھی نگہ انتخاب کی

اب ہر شخص کو یہ رعایت مل گئی کہ وہ اس لفظ کو اپنے اپنے مطلوبہ اعراب کے ساتھ پڑھ لے اس طرح ادارہ نے اپنی اس جدت سے فریقین کو بھی خوش کر دیا۔ بقول شاعر۔

تمہارے دونوں کا کل لڑ رہے تھے دل کے لینے پر
تمہاری مانگ نے جھگڑا چکایا درمیان ہو کر

احناف کی مسرت بالکل بے بنیاد ہے

اس صورتحال میں اہل حدیث کا تو بلا شبہ نقصان ہو رہا ہے مگر بعض اہل حدیث بزرگوں کی اس غیر اہل حدیث سوچ اختیار کرنے سے احناف کو کوئی قانونی فائدہ نہیں پہنچا۔

انہیں جو کچھ ملا ہے صرف محفلوں اور مجلسوں کی رونق تک ہی محدود ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں رکوع مل جانے سے رکعت ہونے کی دلیل جو احناف حضرت ابو بکرہؓ کی حدیث سے پیدا کرتے ہیں انہیں یہ کچھ بھی مفید مطلب نہیں ہے۔

ان کی خوشی تو اس میں تھی کہ حضرت ابو بکرہؓ کی یہ نماز دراصل بھی بطور نماز شمار ہو سکتی لیکن جب فقہ حنفیہ کی رو سے حضرت ابو بکرہؓ کی نماز کسی درجہ میں بھی نماز نہیں تھی ان کی یہ نماز احناف کے لئے دلیل کیونکر بن سکتی ہے ! اب دیکھئے جس مرحلہ پر حضرت ابو بکرہؓ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تھے ان دنوں مسجد نبوی کا رقبہ ایک سو گز یعنی تین سو فٹ لمبائی میں اور اتنا ہی چوڑائی میں تھا (البدایہ و النہایہ جلد ۳ ۔ زرقانی جلد اول ۔ وفاء الوفا جلد اول اور احناف کے لئے سیرت المصطفیٰ مولانا محمد ادریس کاندھلوی جلد اول صفحہ ۳۲۹)

اگر ایک صف کا عرض چار فٹ شمار کیا جائے تو مسجد نبوی کا رقبہ ۷۵ صفوں پر مشتمل تھا حضرت ابو بکرہؓ نے مسجد میں قدم رکھتے ہی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع میں پایا تو وہ وہیں رکوع میں جھک کر اپنے خیال میں جماعت کے ساتھ شامل ہو گئے اور پھر بحالت رکوع ہی نمازیوں کی صف کی جانب چلنے یا دوڑنے لگے تین صد فٹ چوڑی مسجد کی ہر صف بھی تین صد فٹ ہی لمبی تھی اگر ایک نمازی کیلئے ڈیڑھ فٹ کا رقبہ خاص کر دیا جائے تو معلوم ہوا کہ مسجد کی ہر صف دو صد نمازیوں پر مشتمل ہوتی تھی ۔

اب یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مسجد میں نمازیوں کی حاضری عام نمازوں میں ہزاروں تک نہیں پہنچتی تھی اور اگر ہم فرض کر لیں کہ جب حضرت ابو بکرہؓ نے حضور کو بحالت رکوع دیکھا تو اس وقت حضور کی امامت میں ایک ہزار نمازی مصروف نماز تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مسجد کے رقبہ کے مطابق ایک ہزار نمازیوں کے لئے پانچ صفیں کفایت کرتی تھیں اس طرح جب ابو بکرہؓ رکوع میں جھک کر چلنے لگے تو ابو بکرہؓ اور نمازیوں کی صف میں ستر صفوں کا فاصلہ موجود تھا اور پھر حضرت ابو بکرہ صف میں پہنچنے کے لئے ستر صفوں کے رقبہ کے بقدر مسجد کے اندر بحالت رکوع چلتے یا دوڑتے رہے جبکہ حنفی فقہ کا فتویٰ یہ ہے کہ

ولو كان مقدار صفين ان مشى دفعه واحده لفسدت الصلوه

(عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۰۳)

کہ اگر کوئی نمازی جماعت میں شامل ہونے کے لئے بحالت رکوع دو صفوں کے بقدر چلے گا تو اس کی نماز باطل ہو گی۔

ایسے جب حضرت ابو بکرہؓ ساٹھ صفوں کے بقدر فاصلوں کو پھلانگتے جا رہے تھے ان کی تو نماز ہی باطل ہو چکی تھی احناف ان کے رکوع میں جا ملنے کو رکوع کی رکعت کے ہو جانے کی دلیل کیونکر بنا سکتے ہیں۔

بات کا ایک اور رخ

حضرت ابو بکرہؓ نے جب مسجد میں داخل ہوتے ہی رکوع اختیار کر لیا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو اسی وقت جماعت کا حصہ بنا چکے تھے یعنی وہ جب بحالت رکوع چل رہے تھے بالقول قائلین رکعت رکوع دوڑتے جا رہے تھے تو وہ نماز کی حالت میں ہی تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو جماعت کا حصہ قرار دے لینے کے باوجود جماعت سے باہر تھے اور ان کی نماز اکیلے کی نماز تھی۔

ایک طرف مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ہو رہی تھی اور دوسری طرف حضرت ابو بکرؓ جماعت کے باوجود جماعت سے باہر اکیلے نماز ادا کرتے صف کی طرف چلے آ رہے تھے۔

وہ نمازوں کی صف سے بہت دور تھے مگر رکوع اختیار کر کے اپنے آپ کو جماعت کا حصہ سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ جماعت کا حصہ نہیں تھے ان کی نماز اکیلے کی نماز تھی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

لا صلوٰۃ المنفرد خلف الصف (طبرانی)

کہ صف سے باہر اکیلے شخص کی نماز نہیں ہوتی یعنی ابو بکرہؓ نماز میں ہونے کے باوجود نماز سے خارج تھے اور نماز ادا کرنے کے باوجود ان کی نماز نہیں ہو رہی تھی۔

اس صورت حال میں اگر کوئی اہل حدیث بزرگ اس جگ ہنسائی کو جو احناف کے لئے خاص ہو چکی تھی اپنے مقدر کی لکیر بنا لینے پر بضد اور بڑے فاتحانہ انداز سے کہے

کہ

صحابی مذکور (ابو بکرہ) کا خود اپنا بیان ہے کہ میں رکعت کے فوت ہو جانے کے خوف سے دوڑ کر رکوع میں ملا تو اس سے صاف عیاں ہے کہ صحابہ کرام رکوع کی رکعت کے قائل اور عامل تھے۔

(رسالہ رکوع شائع کردہ شعبہ تبلیغ جماعت کراچی صفحہ ۳)

تو ان کی خدمت میں سوائے اس کے کیا عرض کیا جائے کہ۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

ہمارے اہل حدیث یہ معلوم کر کے تصویر غم واندوہ بن جائیں گے کہ حضرت مصنف نے حضرت ابو بکرہؓ کے ایک صریحاً غلط فعل کو سند جواز دیتے ہوئے قرآن پاک کی اس آیہ مبارکہ سے استشہاد کیا ہے۔

والرکعو مع الرکعین

یعنی حضرت ابو بکرہؓ نے نماز با جماعت میں شامل ہونے سے جو باہر سے ہی بحالت رکوع دوڑ لگا دی تھی تو وہ قرآن پاک کی اس آیہ مبارکہ پر عمل کر رہے تھے کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو

انا للہ و انا الیہ راجعون

اب کون پوچھے کہ آپ نے ابو بکرہؓ کا کیا چھوڑا جن کو آپ بحالت رکوع دوڑا رہے ہیں کہ وہ جماعت میں شامل ہو کر وارکعو مع الراکعین کے حکم کی تعمیل کر سکیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہوں

اذا سمعتم الاقامہ فامشوا الی الصلوٰہ و علیکم السکینہ و الوقار ولا تسرعوا فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا (بخاری مسلم)

کہ جب تم اقامت سنو اور نماز کے لئے جماعت کی طرف نکلو تو خبردار بھاگ دوڑ کر صف تک پہنچنے کی کوشش نہ کرو بلکہ (نماز کی بزرگی اور جلالت قدر کے پیش نظر)

پوری سنجیدگی اور بڑے وقار کے ساتھ چل کر جماعت میں جا کر ملو پھر جتنی کچھ نماز تم جماعت کے ساتھ ادا کرو وہ ٹھیک ہے اور جو رہ گئی ہو اسے امام کے سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر پوری کرو۔

تو کیا خیال ہے حضرت مصنف گرامی کا حضرت ابو بکرہؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کم و بیش اڑہائی برس پہلے ایمان لا چکے تھے وہ رات و دن حضور کی امامت میں نمازیں ادا کرنے کے باوجود نماز کے ان مسائل بھی آگاہ نہ تھے۔

اب اس صورت حال کو ان بزرگوں کے احترام کے کھاتے میں ڈال دینے کے سوا کیا چارہ ہے جو حضرت ابو بکرہؓ کے غلط رکوع کو نماز کا رکوع اور ان کے اجتہاد کی غلطی کو اپنی غلط اندیشی کے جواز کی دلیل بنا رہے ہیں۔

شکوہ بے جا

اہل حدیث میں سے جو بزرگ اس کے قائل ہوئے ہیں کہ مدرک رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے وہ بجائے اس کے کہ خود کو حدیث رسول کے ساتھ ہموار بنائیں اور وہ بھی احناف کی طرح ہی غیر قائلین رکعت رکوع سے شکایت رکھتے ہیں کہ لوگ ہماری پیش کردہ روایات کو کمزور و غیر قوی اور ضعیف کہہ کر بات ٹال جاتے ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ صورت یہ ہے کہ جو روایات درحقیقت ہی کمزور ضعیف معلول مرسل اور منکر کی حیثیت سے جانی پہچانی ہوں گی انہیں یہی کچھ کہا جائے گا محض قائلین مدرک رکوع مدرک رکعت کی ناراضگی تو انہیں قوی صحیح مرفوع اور قابل احتجاج نہیں بنا سکتی۔

نکالا چاہتا ہے کام طعنوں سے تو اے غالب
ترے نا مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو

زیادہ تفصیل سے بچتے ہوئے ہم اپنے بزرگوں کی مایہ ناز روایات میں سے بطور مثال صرف ایک روایت کا یہاں ذکر کرتے ہیں جس کو سب کے سب قائلین رکعت رکوع نے اپنے ہاں بتکرار اختیار کیا ہے۔

اذا جئتم الی الصلوۃ و نحن سجود فاسجدوا و لا تعدوہ شیا ومن ادرک رکعۃ فقد ادرک الصلوۃ (بیہقی)

کہ تم جب نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم بھی سجدہ میں گر جاؤ مگر اس کو رکعت شمار نہ کرو کیونکہ یہ کوئی شی نہیں ہے۔

ہاں البتہ جس نے (ہمارے ساتھ) رکوع پا لیا اس کی رکعت پوری ہو گئی۔

مدرک رکوع کے مدرک رکعت ہونے کے حق میں اس روایت کو بڑے زور اور بڑے اعتماد بھرے اسلوب میں پیش کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو بڑی واضح بات ہے صحیح حدیث سے انکار کی کون جرات کرے گا۔

لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ جو اہل علم اس روایت کو اپنے موقف کے حق میں پیش کرتے ہیں وہ اس امر سے آنکھ بچا جاتے ہیں کہ جس امام بیہقی نے اس کو اپنے ہاں نقل کیا ہے انہیں امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد یہ صراحت بھی ساتھ یہ کر دی ہے کہ

تفرد بہ یحیی ابن ابی سلیمان و لیس بالقوی (معرفۃ السنن و بیہقی)

کہ اس روایت میں یحی ابن ابی سلیمان منفرد ہو رہے ہے اس لئے یہ روایت قوی نہیں ہے۔

پس یہی بات جو حضرت امام بیہقی نے کہی ہے اگر کوئی دوسرا بھی کہہ دے تو اس میں ناراضگی والی کونسی بات ہے!

یہ فلسفہ بھی عجیب ہے

قائلین رکعت رکوع کا یہ فلسفہ بھی بڑا عجیب اور لطیفہ اثر ہے کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اس وقت آ کر ملا جب امام رکوع میں جھکنے ہی والا تھا ادھر آنے والے نے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی ادھر امام نے رکوع اختیار کر لیا تواس شخص کی رکعت نہیں ہو گی اور اسے امام کے سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر اپنی رکعت دہرانی پڑے گی کیونکہ اسے نہ قیام ٹھیک مل سکا نہ وہ قیام میں سورہ فاتحہ ہی پڑھ سکا تو رکعت کیسی!

بس وہ اپنی رکعت اٹھ کر دوبارہ پوری کرے گا۔

لیکن جو خوش قسمت امام کو اس وقت آ کر ملا جب امام رکوع سے اٹھنے والا تھا ادھر وہ اللہ اکبر کہہ کر امام کے ساتھ شامل ہوا تو اس شخص کی رکعت پوری ہو گئی اسے نہ اب دوبارہ قیام اور قراۃ کا بوجھ اٹھانا پڑے گا نہ قعد و قعود اور رکوع و سجود کی مشقت اٹھانا پڑے گی رکوع میں مل جانے سے اس سے یہ سارے بوجھ ساقط ہو گئے اور اب وہ امام کے ساتھ ہی سلام پھیر کر آزاد ہو گیا ہے سبحان اللہ۔

موج میں جب آ گئے قطرے سے دریا کر دیا

اس کی مثال ٹھیک ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص دوڑ کر گاڑی پکڑے جبکہ وہ سوار ہونے سے پہلے ٹکٹ حاصل نہیں کر سکا۔

چند اسٹیشن گزر چکنے کے بعد اسے ٹکٹ بنوانے کا موقع ملا مگر وہ بضد ہے کہ میں اس سفر کا کرایہ نہیں دوں گا جو گزر چکا ہے کیونکہ وہ سفر تو طے ہو چکا اب اس کا کرایہ کیوں ادا کروں۔

اگر اس مسافر کی دلیل صحیح ہے تو یقیناً رکوع میں مل کر رکعت پا لینے والوں کا ارشاد بھی درست ہے اگر اس مسافر کو طے شدہ سفر کا کرایہ واجب الادا نہیں تو یقیناً رکوع میں ملنے والے کے دو ارکان نماز قیام اور قراۃ بھی ساقط ہو چکے لیکن اگر اس مسافر کا موقف غلط ہے تو قیام و قراۃ گنوا بیٹھنے والوں کو بھی اپنی رکعت کی تکمیل کیلئے فوت شدہ اراکین کا اعادہ واجب ہے۔

ایک خطرناک موڑ

رکوع کی رکعت کے قائلین میں کچھ اہل حدیث علماء کی شمولیت اس لحاظ سے ہی کم تکلیف دہ نہیں تھی کہ اس سے اختلافی مسائل میں مسلک کی گرفت میں کمزوری پیدا ہوئی یہ سوچ اس اعتبار سے سخت خطرناک بھی ہے کہ اس طرح احناف کی طرح اہل حدیث میں بھی ایسے ڈنڈی مار اور سہل اندیش نمازیوں کی ایک کھیپ پیدا ہو جائے گی جو نمازوں میں پہلے ہی سست ہیں وہ اقامت سن کر بھی اپنے کام میں یا دوستوں سے

باتوں میں مصروف رہیں گے اورامام صاحب کے رکوع میں جھکنے کا انتظار کریں گے اور پھر جونہی امام صاحب رکوع میں جھکے وہ دوڑ کر جماعت میں شامل ہو گئے ۔ وقت بھی بچ گیا باتیں بھی ہو گئی اور رکعت بھی مل گئی ۔

آہ یہ کتنے گھاٹے کا سودا ہے !

تصویر کا دوسرا رخ

اہل حدیث میں سے جو اہل علم بزرگ رکوع کی رکعت کے قائل ہوئے ہیں ہم ان کی شخصی وجاہت ان کی علمی عظمت اور ان کی بزرگی کا اعتراف کرتے ہوئے بھی یہ گزارش کریں گے کہ ان چند ایک بزرگوں کے سوا سلفی المسلک علماء کا پورا گروہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہونے کا قائل نہیں ہے ۔ قائلین رکعت بھی بوجھل بزرگ ہی ہیں مگر ان کو اس ترازو کے دوسرے پلڑے سے بھی کوئی نسبت نہیں ہے آیئے ایک نگاہ اس طرف بھی ڈالئے لیکن ہم یہاں صرف ان چند گنے چنے اور جانے بوجھے اہل علم کا ہی ذکر کریں گے جن کا تعارف بہت عام ہے اور جن کے اسماء گرامی زبان زد عوام و خواص ہیں ۔

حضرت امام بخاری

حضرت امام بخاری رکوع میں ملنے والے کی رکعت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں ۔

فمن فاته فرض القراه و القيام فعليه اتمامه كما امر النبى صلى الله عليه وسلم ما ادركتم فصلو وما فاتكم فاتموا (جزء القرء صفحه ۱۵۷)

کہ جس کے دو فرض قرائت اور قیام رکعت سے فوت ہو جائیں اسے لازم ہے کہ اپنی رکعت کو (امام کے سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر) پورا کرے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے رکھا ہے کہ جتنی نماز تم امام کے ساتھ پڑھ لو وہ تو ٹھیک ہے اور جو رہ جائے اسے (امام کے سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر) پوری کرو ۔

حضرت امام ابن حزم

حضرت امام ابن حزم حدیث ابو بکرہؓ پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

و اما حدیث ابو برکہ فلا حجہ لھم فیہ اصلا لانہ لیس فیہ انہ اجزا بتلک الرکعہ و انہ لم یقضھا لسقط تعلقھم (المحلی جلد ۳)

کہ جہاں تک حدیث ابو بکرہؓ کا تعلق ہے تو یہ روایت رکوع میں ملنے والے کی رکعت کے باب میں سرے سے دلیل کا کام نہیں دیتی ۔ کیونکہ اس روایت سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ حضرت ابو بکرہؓ نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے) بعد یہ رکعت ادا کر لی تھی یا نہیں ! بنابریں اس روایت کو رکوع کی رکعت کی دلیل بنانا غلط بات ہے ۔

حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کا فتوی ملاحظہ فرمایئے ۔

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدرک رکوع کی رکعت ہوتی ہے یا نہیں ؟

استدلال مستدل حضرت ابو ہریرہ کی ان دو روایات سے ہے ۔

من فات قراہ القران فقدفات خیرا کثیرا فاذا جئتم الی الصلواہ و نحن سجود فاسجدو ولا تعدوھا شیا ومن ادرک رکعہ من الصلوہ فقد ادرک الصلوہ ۔

سو مستدل کا اِستدلال ان دونوں رواتیوں کے صحیح ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی اس لئے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے قال رسول اللہ علیہ وسلم

لا صلواہ لمن لم یقرا بفاتحہ الکتب (متفق علیہ)

اور جزء القراہ امام بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے ۔

ان لو دکت القوم رکوعا لم تعتد بتلک الرکعۃ

کہ اگر تم لوگوں کو رکوع میں پاؤ تو اس رکعت کو شمار نہ کرو۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

ھذا ھو المعروف عن ابی ہریرہ موقوفا و اما المرفوع فلا اصل لہ

یعنی یہ روایت ابو ہریرہ سے موقوفا معروف ہے لیکن یہ روایت مرفوعا بے اصل ہے۔

اور ابو ہریرہ کی دونوں روایات مذکورہ سے استدلال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ان دونوں روایتوں میں رکعت ہونے نہ ہونے کا ذکر نہیں ہے بلکہ مسکوت عنہ ہے۔

پس ان دونوں روایتوں کو ان روایات کی طرف پھیرنا چاہئے جن میں صراحۃ مذکور ہے کہ وہ رکعت نہیں ہوتی۔

علاوہ بریں حدیث من ادرک رکعۃ (الخ) میں رکعہ سے رکوع مراد لینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ معنی مجازی ہے اور لفظ کا معنی مجازی مراد لینا بلا قرینہ کے جائز نہیں ہے جبکہ اس حدیث میں کوئی قرینہ نہیں ہے اور اس کے ساتھ یہ حدیث ضعیف بھی ہے۔ و اللہ تعالٰی اعلم

(فتاوی نذیریہ جلد اول صفحہ ۲۸۶)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرت سری

سب ہی لوگ جانتے ہیں کہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنے وقت کے امام تھے اور سردار اہلحدیث کے لقب سے ملقب تھے ان کا فتوی بھی قارئین کے پیش خدمت ہے۔

سوال

رکوع میں (شامل ہونے والے کی) رکعت ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب

(رکوع میں ملنے کے بعد میں اس رکعت کو) دوبارہ پڑھنا اچھا سمجھتا ہوں۔

(تاہم) یہ مسئلہ اختلافیہ چلا آ رہا ہے خاکسار رکوع میں مل کر رکعت دہرا لیا کرتا ہے کیونکہ (رکعت کے) دو رکن قیام اور قراۃ فاتحہ فوت ہو جانے سے شک ہوتا ہے کہ رکعت نہیں ہو گی۔

جن قوی دلائل سے ان دو کاموں (قیام اور قراہ فاتحہ) کی رکنیت ثابت ہے اس قوت سے رکوع میں رکعت کا پورا ہونا ثابت نہیں ہے۔ (فتاوی ثنائیہ جلد اول طبع دوم صفحہ ۵۹۱)

مولانا ابو سعید شرف الدین ملتانی

مولانا شرف الدین ملتانی اہل حدیث کے عظیم عالم دین ہیں انہوں نے حضرت مولانا ثناء اللہ کے فتاوی پر حواشی تحریر کیے ہیں وہ اس مرحلہ پر حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

سورہ فاتحہ مقتدی کو بھی پڑھنی فرض ہے ایسے ہی قیام فرض ہے۔

پس جب دو رکن فوت ہو گئے تو (اس میں) شک نہیں کرنا چاہئے قطعا رکعت نہیں ہوئی اس لئے کہ دو فرض قیام اور فاتحہ فوت ہو جاتے ہیں (حوالہ مذکور)

آخری بات

رکوع میں مل جانے سے رکعت ہو جانے کی تائید میں چند اہل حدیث اہل علم بزرگوں کے فتاوی سے مسلک اہل حدیث کو بہت سے پہلوؤں سے نقصان پہنچا ہے مگر ہم بہت سی باتوں سے چند باتیں یہاں عرض کرتے ہیں:

۱۔ اس عقیدہ کو اختیار کر لینے سے سورہ فاتحہ کی فرضیت کی پوری بنیاد ہل جاتی ہے۔

۲۔ فرائض کو تاویل کی مدد سے ٹالنے کی راہ کھل گئی ہے۔

۳۔ آمین بالجہر جو نماز کی ایک عظیم سنت ہے اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نماز خالی نہیں تھی اس کی ساری شوکت ختم ہو جاتی ہے۔

کہنے کی تو بہت باتیں ہیں مگر اس مرحلہ پر ہم صرف ایک نقطہ کی طرف اپنے

بزرگوں کی توجہ منعطف کرتے ہوئے اپنی بات ختم کر رہے ہیں ۔

واضح رہے کہ سورہ فاتحہ کا بدل پورے قرآن میں موجود نہیں ہے ۔

یعنی اگر آپ چاہیں کہ نماز کے اندر سورہ فاتحہ کے بجائے کوئی دوسری سورہ مبارکہ پڑھ کر نماز کی تکمیل کر لیں تو آپ کو اس کی اجازت نہیں ہو گی کیونکہ سورہ فاتحہ کی جگہ صرف سورہ فاتحہ ہی پڑھی جا سکتی ہے اگر آپ سورہ فاتحہ کو الگ کر کے کسی دوسری سورہ مبارکہ سے کام چلا لینا چاہیں تو آپ خواہ اس غرض سے پورا قرآن پاک تلاوت کر جائیں دوبارہ تلاوت کر لیں سورہ فاتحہ کی جگہ خالی رہ جائے گی اور پورا قرآن تلاوت کرنے کے باوجود آپ کی نماز صحیح نہیں ہو گی اور وہ سورہ فاتحہ کا بدل نہیں بن سکے گا آپ کی نماز تب ہی صحیح ہو گی جب آپ سورہ فاتحہ کی جگہ سورہ فاتحہ کو ہی پڑھیں گے

بجھا دیا ہے جنہیں تم نے اپنی غفلت سے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

سورہ فاتحہ کا نماز سے چولی دامن کا ساتھ ہے اور سورہ فاتحہ کے بغیر بے کیف اور بے مغز ہو کر رہ جاتی ہے آپ نے کتنی حوصلہ بندی سے سورہ فاتحہ کے بغیر بھی نماز کو نماز سمجھ لیا ہے ۔

یقیناً سورہ فاتحہ آپ سے اس سلوک کی امید نہ رکھتی تھی ۔

قرآن پاک نے جب فرمایا تھا کہ (فاقرء واماتیسر من القرآن) تو اسی فریضہ کو تنہا سورہ فاتحہ ہی کفایت کرتی تھے اگر کسی نے سورہ فاتحہ نماز میں پڑھ لی تو اس نے قرآن کے حکم کی تعمیل کر دی یہ نہ پڑھی تو پورا قرآن اس کا بدل نہیں ہو سکے گا ۔

حدیث رسول کی حفاظت کا فریضہ تو آپ کے ذمہ تھا اور نماز میں سورہ فاتحہ کا تحفظ ایک سرفہرست امر ہے ۔

ساری ملت میں ایک آپ ہی تو اصحاب الحدیث تھے یقیناً آپ کی سوچ حادثہ کا شکار ہو۔تی ہے اپنی سوچ پر نظر ثانی فرمایئے ۔

بقیہ صفحہ 9 پر